دار أهل السنة
لتحقيق الكتب و الطّباعة و النّشر

دار أهل السنة

IDARA E AHLE SUNNAT اداره اهلسنت
www.facebook.com/darahlesunnat

سلسلہ: واعظ الجمعہ

عنوان: شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال

مدیر: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

مُعاون: مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی

عددِ صفحات: ۱۰

سائز: 13×21

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

: idarakhutbatejuma@gmail.com

00971559421541:

00923458090612 :

www.facebook.com/darahlesunnat

آن لائن

۱۴۴۰ھ/۲۰۱۸ء

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

ولادت وابتدائی زندگی

ڈاکٹر اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء/ مطابق ۳ ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ کو سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے، ماں باپ نے آپ کا نام محمد اقبال رکھا۔ اقبال کے آباء واَجداد کشمیر سے ہجرت کرکے سیالکوٹ آئے اور محلّہ کھیتیاں میں آباد ہوئے۔

شیخ نور محمد ایک دیندار شخص تھے اور بیٹے کے لیے دینی تعلیم ہی کافی سمجھتے تھے، سیالکوٹ کے اکثر مقامی علماء کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ اقبال جب سنِ شُعور کو پہنچے، تو انہیں مولانا غلام حسن کے پاس لے گئے، جو محلّہ شوالہ کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے اور شیخ نور محمد کا وہاں آنا جانا تھا۔ یہاں سے اقبال کی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے، حسبِ دستور قرآن شریف سے ابتداء ہوئی۔

تقریباً سال بھر تک یہ سلسلہ چلتا رہا، ایک روز شہر کے ایک نامَور عالم مولانا سیّد میر حسن اس طرف آ نکلے، ایک بچے کو بیٹھے دیکھا کہ صورت سے عظمت اور سعادت چمکتی نظر آرہی تھی، پوچھا: کس کا بچہ ہے؟ معلوم ہوا تو وہاں سے اُٹھ کر شیخ نور محمد کی طرف چل پڑے، دونوں آپس میں قریبی واقف تھے۔ مولانا نے زور دے کر سمجھایا کہ اپنے بیٹے کو مدرسے تک محدود نہ رکھو، اس کے لیے جدید تعلیم بھی بہت ضروری ہے، انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ اقبال کو ان کی تربیت میں دے دیا جائے۔

کچھ دن تک تو شیخ نور محمد کو پس و پیش رہا، مگر جب اِصرار بڑھتا چلا گیا، تو اقبال کو مولانا میر حسن صاحب کے سپرد کر دیا۔ ان کا مکتب شیخ نور محمد کے گھر کے قریب ہی کوچہ میر حسام الدین میں تھا، یہاں اقبال نے اردو، فارسی اور عربی ادب پڑھنا شروع کیا، تین ۳ سال گزر گئے، اسی دَوران سیّد میر حسن نے اسکاچ مشن اسکول (Scotch Mission School) میں پڑھانا شروع کر دیا، اقبال بھی وہیں داخل ہو گئے مگر پُرانے معمولات اپنی جگہ رہے، اسکول سے آکر استاد کی خدمت میں پہنچ جاتے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ تو اقبال کے گھر کی چیز تھی، مگر مولانا میر حسن صاحب کی تربیت نے اس جذبے کو ایک علمی اور عملی سَمت دے دی۔ اقبال سمجھ بوجھ اور ذہانت میں اپنے ہم عمر بچوں سے کہیں آگے تھے، بچپن ہی سے ان کے اندر وہ اِنہماک اور استغراق موجود تھا، جو بڑے لوگوں میں پایا جاتا ہے، انہیں کھیل کود کا بھی شَوق تھا اور دیگر بچوں کی طرح شَوخیاں بھی کرتے تھے، حاضر جواب بھی بہت تھے، شیخ نور محمد یہ سب دیکھتے مگر منع نہ کرتے، وہ جانتے تھے کہ اس طرح چیزوں کے ساتھ اپنائیت اور بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے، جو بے حد ضروری اور مُفید ہے۔

غرض اقبال کا بچپن ایک فطری کشادگی اور بے ساختگی کے ساتھ گزرا، قدرت نے انہیں صُوفی باپ اور بہترین استاد عطا کیا، جس سے ان کا دل اور عقل یکسو ہوگئے، دونوں کا ہدف (Target) ایک ہوگیا۔ یہ جو اقبال کے یہاں حِس اور فِکر کی نادِر یکجائی نظر آتی ہے، اس کے پیچھے یہی چیز کار فرما ہے، باپ کے قلبی فیضان نے جن حقائق کو اجمالاً محسوس کروایا تھا، استاد کی تعلیم سے تفصیلاً معلوم بھی ہوگئے۔ سولہ ۱۶ برس کی عمر میں اقبال نے میٹرک (Matric) کا امتحان پاس کیا، فرسٹ ڈویژن آئی، تمغہ اور وظیفہ بھی ملا۔

اسی اَثنا میں اسکاچ مشن اسکول (Scotch Mission School) میں انٹر میڈیٹ (Intermediate) کی کلاسیں بھی شروع ہوچکی تھیں، لہٰذا اقبال کو ایف اے (F.A) کے لیے کہیں اَور نہیں جانا پڑا، یہ وہ زمانہ ہے جب ان کی شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یوں تو شعر و شاعری سے ان کی مُناسبت بچپن ہی سے ظاہر تھی، کبھی کبھی خود بھی مَوزوں شعر کہہ لیا کرتے تھے، مگر اس بارے میں سنجیدہ نہیں تھے، نہ کسی کو سناتے نہ محفوظ رکھتے، لکھتے اور پھاڑ کر پھینک دیتے، لیکن اب شعر گوئی ان کے لیے فقط ایک مشغلہ نہ رہی تھی، بلکہ رُوح کا تقاضا بن چکی تھی۔

اس وقت پورا برصغیر داغ دہلوی کے نام سے گونج رہا تھا، خصوصًا اردو زبان پر ان کی گرفت کا ہر کسی کو اعتراف تھا، اقبال کو یہی گرفت درکار تھی، شاگردی کی درخواست لکھ بھیجی جو قبول کرلی گئی، مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا، گو اس وقت تک اقبال کے کلام کی امتیازی خصوصیت ظاہر نہ ہوئی تھی، مگر داغ اپنی بے مثال بصیرت سے بھانپ گئے کہ اس ہیرے کو تراشا نہیں جاسکتا، لہٰذا داغ نے یہ کہہ کر

فارغ کر دیا کہ "اصلاح کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہے" مگر اقبال اس مختصر سی شاگردی پر بھی ہمیشہ نازاں رہے، اور ایسا ہی کچھ حال داغ کا بھی رہا۔

مزید تعلیم

۶ مئی ۱۸۹۳ء میں اقبال نے میٹرک کے بعد ۱۸۹۵ء میں "ایف-اے" کیا، اور مزید تعلیم کے لیے لاہور آ گئے، یہاں "گورنمنٹ کالج" میں "بی-اے" میں داخلہ لیا اور ہاسٹل (Hostel) میں رہنے لگے۔ اپنے لیے انگریزی، فلسفہ اور عربی کے مضامین منتخب کیے، انگریزی اور فلسفہ گورنمنٹ کالج (Government College) میں پڑھتے، اور عربی پڑھنے اُورینٹل کالج (Oriental College) جاتے، جہاں سنّی عالم مولانا فیض الحسن سہارنپوری جیسے بے مثال استاد تشریف رکھتے تھے۔ دونوں کالجوں کے درمیان بعض مضامین کے سلسلے میں باہمی تعاوُن اور اشتراک کا سلسلہ جاری تھا۔ ۱۸۹۸ء میں اقبال نے "بی-اے" پاس کیا اور "ایم-اے" (فلسفہ) میں داخلہ لے لیا، یہاں پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (Professor T. W. Arnold) کا تعلق میسّر آیا، جنہوں نے آگے چل کر اقبال کی علمی اور فکری زندگی کا ایک حتمی رُخ متعیّن کر دیا۔

مارچ ۱۸۹۹ء میں "ایم-اے" کا امتحان دیا اور پنجاب بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی، اس دَوران شاعری کا سلسلہ بھی چلتا رہا، مگر مُشاعروں میں نہیں جاتے تھے۔ نومبر ۱۸۹۹ء کی ایک شام کچھ بے تکلُف ہم جماعت انہیں حکیم امین الدین کے مکان پر ایک محفلِ مُشاعرہ میں کھینچ لے گئے، بڑے بڑے سکّہ بند اساتذہ اپنے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد سمیت شریک تھے، سننے والوں کا بھی ایک ہُجوم تھا، اقبال چونکہ بالکل نئے تھے اس لیے ان کا نام مُبتدیوں کے طور پر پُکارا گیا، غزل پڑھنی شروع کی، جب اس شعر پر پہنچے کہ ؏

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے　　　قطرے جو تھے مِرے عرقِ انفعال کے

تو اچھے اچھے استاد اُچھل پَڑے اور بے اختیار داد دینے لگے !۔

یہاں سے بحیثیت شاعر اقبال کی شہرت کا آغاز ہوا، مُشاعروں میں بہ اِصرار بُلائے جانے لگے۔ اسی زمانے میں "انجمن حمایتِ اسلام" سے تعلق پیدا ہوا جو آخر دم تک قائم رہا، اس کے ملّی اور رفاہی جلسوں میں اپنا کلام سناتے تو ایک سماں باندھ دیتے۔ اقبال کی مقبولیت نے انجمن کے بہت سارے کاموں کو آسان کر دیا، کم از کم پنجاب کے مسلمانوں میں سماجی سطح پر دینی وَحدت کا شُعور پیدا ہونا شروع ہو گیا، جس میں اقبال کی شاعری نے بنیادی کردار ادا کیا!۔

"ایم-اے" پاس کرنے کے بعد اقبال ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء کو "اُورینٹل کالج" میں میکلوڈ عربک ریڈر (McLeod Arabic Reader) کی حیثیت سے متعیّن ہو گئے، اسی سال آرنلڈ (Arnold) بھی عارضِی طور پر کالج کے قائم مقام پرنسپل مقرّر ہوئے، اقبال تقریبًا چار ۴ سال تک "اُورینٹل کالج" میں رہے، البتہ بیچ میں چھ ۶ ماہ کی رخصت لے کر "گورنمنٹ کالج" میں انگریزی پڑھائی۔ اعلی تعلیم کے لیے کینیڈا یا امریکہ جانا چاہتے تھے، مگر آرنلڈ کے کہنے پر اس مقصد کے لیے انگلستان اور جرمنی کا انتخاب کیا۔

"اُورینٹل کالج" میں بطور عربک ریڈر مدّتِ ملازمت ختم ہو گئی، تو ۱۹۰۳ء میں اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی (Assistant Propessor of English) کی حیثیت سے اقبال کا "گورنمنٹ کالج" میں تقرر ہو گیا، بعد میں فلسفے کے شُعبے سے وابستہ ہو کر وہاں پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کو یورپ جانے کے لیے تین سال کی رخصت لی۔

اعلیٰ تعلیم اور یورپ کا سفر

۲۵دسمبر ۱۹۰۵ء کو ڈاکٹر اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے، اور "کیمبرج یونیورسٹی ٹرنٹی کالج" (Cambridge University Trinity College) میں داخلہ لیا، چونکہ کالج میں ریسرچ اسکالر (Research Scholar) کی حیثیت سے لیے گئے تھے، اس لیے ان کے لیے عام طالب علموں کی طرح ہوسٹل میں رہنے کی پابندی نہ تھی، لہٰذا قیام کا بندوبست کالج سے باہر کیا۔

یہاں آئے ہوئے ابھی تقریبًا ایک ماہ ہوا تھا کہ بیرسٹری (Barrister) کے لیے لنکنز ان (Lincoln's Inn) میں داخلہ لے لیا، اور پروفیسر براؤن سے رَہنمائی حاصل کی۔ بعد میں آپ جرمنی چلے گئے جہاں "میونخ یونیورسٹی" (University of Munich) سے آپ نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی (Ph.D) کی ڈگری حاصل کی۔

مئی ۱۹۰۸ء میں جب لندن میں "آل انڈیا مسلم لیگ" (All India Muslim League) کی برٹش کمیٹی (British Committee) کا افتتاح ہوا، تو ایک اجلاس میں سیّد امیر علی، کمیٹی کے صدر چُنے گئے اور اقبال کو مجلسِ عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا۔

برطانیہ سے جولائی ۱۹۰۸ء میں وطن کے لیے روانہ ہوئے، بمبئی سے ہوتے ہوئے ۲۵ جولائی ۱۹۰۸ء کی رات دہلی پہنچے۔

تدریس، وکالت اور سماجی خدمات

ابتداء میں آپ نے "اُورینٹل کالج" لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیے، لیکن بعد میں آپ نے بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنا لیا، وکالت کے ساتھ ساتھ آپ شعروشاعری بھی کرتے رہے اور سیاسی تحریکوں میں بھرپور انداز سے حصہ لیتے

رہے، حکومت کی طرف سے آپ کو "سر" کا خطاب ملا۔ اقبال "انجمن حمایتِ اسلام" کے اِعزازی صدر بھی رہے۔

اگست ۱۹۰۸ء میں جب اقبال لاہور آ گئے، تب ایک آدھ ماہ بعد چیف کورٹ پنجاب (Chief Court of Panjab) میں وکالت شروع کردی، اس پیشے میں کچھ ہی دن گزرے تھے کہ آپ کو "ایم-اے-او کالج" علی گڑھ میں فلسفہ، اور "گورنمنٹ کالج" لاہور میں تاریخ کی پروفیسری کی پیشکش کی گئی، مگر اقبال نے اپنے لیے وکالت کو مُناسب جانا اور دونوں اداروں سے معذرت کرلی، البتہ بعد میں حکومتِ پنجاب کی درخواست اور اِصرار پر گورنمنٹ کالج لاہور میں عارضی طور پر فلسفہ پڑھانا شروع کیا، لیکن ساتھ ساتھ وکالت بھی جاری رکھی، مصروفیات بڑھتی چلی گئیں، اس دوران کئی اداروں اور انجمنوں سے تعلق پیدا ہو گیا۔

۱۸ مارچ ۱۹۱۰ء کو حیدرآباد دکن کا سفر پیش آیا، مارچ کی ۲۳ کو حیدرآباد سے واپس آئے، اورنگزیب عالمگیر کے مقبرے کی زیارت کے لیے راستے میں اُورنگ آباد اُتر گئے، دو دن وہاں ٹھہرے، ۲۸ مارچ ۱۹۱۰ء کو لاہور پہنچے اور پھر سے اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔

اب معلّمی (Teaching) اور وکالت کو ساتھ ساتھ لے کر چلنا مشکل ہوتا جا رہا تھا، آخرکار ۳۱ دسمبر ۱۹۱۰ء کو "گورنمنٹ کالج" سے مستعفی ہو گئے، مگر کسی نہ کسی حیثیت سے کالج کے ساتھ تعلق برقرار رکھا۔ ایک "گورنمنٹ کالج" ہی نہیں بلکہ پنجاب اور برصغیر کی کئی دوسری جامعات کے ساتھ بھی اقبال کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ پنجاب، علی گڑھ، الہ آباد، ناگپور اور دہلی یونیورسٹی (Delhi University) کے ممتحن (Examiner) بھی رہے، اس کے علاوہ بیت العلوم حیدرآباد دکن کے لیے بھی تاریخِ

اسلام کے پرچے مرتَّب کرتے رہے، بعض اوقات زبانی امتحان لینے کے لیے علی گڑھ، الٰہ آباد اور ناگپور وغیرہ بھی جانا ہوتا۔ آپ نے ممتحن کی حیثیت سے ایک اٹل اُصول اپنا رکھا تھا کہ عزیز سے عزیز دوست پر بھی سفارش کا دروازہ بالکل بند کر رکھا تھا۔

اس دَوران "پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی" کے بھی رکن رہے، میٹرک کے طلبہ کے لیے فارسی کی ایک نصابی کتاب "آئینۂ عجم" مرتَّب کی، جو ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ غرض "پنجاب یونیورسٹی" سے اقبال عملاً ۱۹۳۲ء تک تعلق میں رہے[۱]۔

کلامِ اقبال میں قرآنی آیات کے ترجمے

ڈاکٹر اقبال کے کلام کا ایک بڑا حصہ قرآنی آیات کے تراجم یا ان کی تفسیر ہے، بسا اوقات آپ اپنے اَشعار میں بالکل واضح طور پر کسی آیتِ مبارکہ کا ترجمہ کرتے ہیں، اور کئی بار آپ کسی آیت کا مرادی اور مفہومی ترجمہ کرتے دکھائی دیتے ہیں، کبھی آپ کسی آیتِ مبارکہ کے خاص حصے کو اپنے شعر کا حصہ بنالیا کرتے ہے، اردو شاعری میں اس کی نظیر دیگر شعراء کے یہاں کم ملتی ہے، جیسے اقبال کی نظم "بچے کی دعا" کا ایک شعر ہے ؏

میرے اللہ بُرائی سے بچانا مجھ کو   نیک جو رَاہ ہو اسی رَہ پہ چلانا مجھ کو[۲]

اس کا پہلا مصرعہ آیتِ مبارکہ: ﴿وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا﴾[۳] کا ترجمہ ہے کہ "(ہمارے رب!) ہم سے بُرائیاں دور فرما" جبکہ دوسرا مصرعہ آیاتِ طیّبات: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾[۱] ...الآیة کا مفہومی ترجمہ ہے کہ "ہمیں سیدھا راستہ چلا، اُن کا راستہ جن پر تُو نے احسان کیا"۔

---

(۱) "ماہنامہ دخترِ اسلام لاہور نومبر ۲۰۱۶ء "ڈاکٹر علّامہ محمد اقبال...الخ، ص۱۷-۲۴، ملتقطاً۔

(۲) "کُلیاتِ اقبال" بانگِ درا، بچے کی دعا، ص۶۷۔

(۳) پ ٤، آل عمران: ۱۹۳ .

ڈاکٹر اقبال کی علمائے اہلِ سنّت سے عقیدت کی ایک مثال

ڈاکٹر اقبال اور امیرِ ملّت

ڈاکٹر اقبال کو دیگر علمائے اہلِ سنّت کی طرح حضرت امیرِ ملّت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی گہری عقیدت تھی، ایک بار امیرِ ملّت کی صدارت میں "انجمن حمایتِ اسلام" کا جلسہ جاری تھا، ڈاکٹر اقبال کچھ تاخیر سے پہنچے، جبکہ جلسہ گاہ میں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی، تب ڈاکٹر اقبال نے حضرت امیرِ ملّت کے قدموں میں بیٹھ کر کہا کہ "اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا بڑے فخر کی بات ہے" یہ سن کر امیرِ ملّت نے فرمایا کہ "جس کے قدموں میں اقبال آجائے، اس کے فخر کا کیا کہنا!"۔

ڈاکٹر اقبال کے آخری اَیام کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں امیرِ ملّت نے فرمایا: "اقبال! آپ کا ایک شعر ہمیں بے حد پسند ہے" پھر وہ شعر پڑھا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے: ؏

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس وقت ڈاکٹر اقبال کی خوشی دیدنی تھی، چنانچہ ڈاکٹر اقبال نے کہا کہ "ولی اللہ کی زبان سے ادا ہونے والا میرا یہ شعر، میری نَجات کے لیے کافی ہے!"[٢]۔

چند مشہور تصنیفات

"بانگِ درا"، "بالِ جبریل" اور "ضربِ کلیم" آپ کی اردو تالیفات، اور "اَسرارِ خُودی"، "رُموزِ بے خودی"، "پیامِ مشرق" اور "زَبورِ عجم" فارسی شاعری کا مجموعہ ہیں۔

---

(١) الفاتحة: ٦، ٧.

(٢) "سیرتِ امیرِ ملّت" انجمن حمایتِ اسلام، ۱۰۴۰۔

وفات

آپ نے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء میں وفات پائی اور لاہور میں بادشاہی مسجد کے دروازہ کے قریب دفن کیے گئے[۱]۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو بانیانِ پاکستان اور علمائے اہل سنت کی تعلیماتِ اسلامیہ کو سمجھ کر اس پر عمل اور اسے عام کرنے کی توفیق عطا فرما، اقبال کی طرح جذبۂ حب الوطنی عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، اور تمام عالَمِ اسلام کی خیر فرما، آمین یا ربّ العالمین!

وصلّى الله تعالى على خير خلقِه ونورِ عرشِه، سيِّدِنا ونبيِّنا وحبيبِنا وقرّةِ أعيُنِنا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين!.

(۱) "اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ" ۳/۷-۱۴، ملتقطاً۔